ڈاکٹر رینہ خورشید
ایسوسیٹ پروفیسر
شبعہ فارسی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

''ادبیات فارسی میں تصوف کا نفوذ''

خواہ نثر ہو یا نظم فارسی ادبیات کا بیشتر سرمایہ فکر وفن تصوّف کا ہی ادا کردہ ہے۔ ادبیات ایران سیکڑوں سال قدیم سہی اور اسکے دامن میں کیسے ہی گلہائے رنگا رنگ کیوں نہ سہی۔ حقیقت تو یہ کہ ادبیات فارسی میں تصوّف کا نفوذ نہ ہوتا تو وہ قدرو منزلت ہردل عزیزی رنگارنگی دقت نظری اور وسعت حاصل نہ ہوتی جو اسکا طرۂ امتیاز ہے۔ انصاف کیجیے کہ اگر فارسی ادب سے دیوانِ حافظ مثنوی معنوی مولا روم لوائح جامی اور حدیقہ سنائی وغیرہ کو حدف کرلیں تو اس کی تہی دامانی کا کیا حال ہوگا۔

سچ تو یہ ہے کہ فارسی نثر و نظم کے قالب میں روح اور جان تصوف کی ہے ادا کردہ ہے۔ اسکا اہم ترین حصّہ تصوف کا ہی مرہّونِ منّت ہے۔ یہانتکہ فارسی ادب کو گہرائی، دلنشینی، دلفریبی اور دلکشی تصوّف نے ہی بخشی ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ فارسی ادبیات میں تصوف کے اثرات اسکے نفوذ اور اسکی اہمت پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور یہ بھی جاننے کی کوشش وسعی کرینگے کہ وہ کونسے فکری، لسانی اور بیانی حقائق

ہیں۔ جو تصوف کے ذریعہ فارسی ادب میں شامل ہوئے۔ اور جنہوں نے فارسی ادب کو ایک نئی جہت، رنگا رنگی اور ہمہ گیریت عطا کی ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ صوفیاء اکرام علم الکتاب سے احتراز کرتے تھے اور تصنیف و تالیف سے روگراں رہتے تھے۔ لیکن گذرانِ وقت کے ساتھ رفتہ رفتہ بہت سے علل و عوامل کے باعث صوفیاء اکرام نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دینا شروع کردی۔ یہاں تک کہ قرن سوم ہجری کے اوائل سے انہوں نے باقاعدہ تصنیف و تالیف کی طرف دلچسپی شروع کردی۔ آج ان کی تالیفات نثر و نظم ایک گرانمایہ سرمایہ بن گیئں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسے حقائق و اصطلاحات ہیں جو تصوف کی بدولت فارسی نثر و نظم میں داخل ہوئے۔

رمز و کنایہ:۔ تاریخ ادبِ فارسی پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری اور تیسری صدی کے بعد وجود میں آنے والے ادبیات میں بہت نمایاں فرق ہے۔ یہ فرق ہے انداز بیان اور آرائشِ خیال و فکر کا۔ وضاحت و رمز و کنایہ کا۔ تصوف کے نفوذ سے پہلے ادبیات فارسی میں الفاظ کو اسکے لغوی معنٰی میں استعمال کیا جاتا تھا اور اندازِ بیان بھی سادہ اور سلیس تھا۔ جب ایران پر تصوف کا غلبہ ہوا تو لامحالہ افکارِ صوفیانہ اس بات کے متقاضی ہوئے کہ ان کے اظہار بیان کے لئے ایک مخفوض انداز استعمال کیا جائے۔ مزید برآں کہ الفاظ کو ان کے لغوی معنٰی میں استعمال نہ کر کے مجازی اور اصطلاحی معنٰی میں استعمال کیا جائے۔ لہذا ہزاروں نہ سہی بلکہ سیکڑوں الفاظ ایسے ہیں جنہوں نے افکار تصوف کے تحتِ تاثیر اپنے اندر رمز و کنایہ کی ایک عجیب کیفیت کو جذب کرلیا۔

مثلاً عشق، محبوب، زلف، فراق وہجر، وصال، جذب، مقام وجد اور اس قبیل کے بشمار الفاظ ہیں جنہوں نے تصوف کے اظہارِ اور صوفی کے وجدانہ کیفیات کو بیان کرنے کے لئے ایک مخصوص اندازِ کو اختیار کیا۔

اور اس قبیل کے بشمار مضامین کو دائرہ شعر میں داخل کر دیا اور فارسی ادب کے دامن کو جدت و وسعتِ بیان اور تنوع خیال آفرینی سے مالا مال کر دیا۔

۳۔ فلسفیانہ اور علمی موشگافی: صوفیہ کی منشور و منظوم تالیفات وتصنیفات نے فارسی ادب میں علمی اور فلسفیانہ موشگافیوں کا باب کھولا۔ تصوف کے رواج پانے سے پہلے فارسی نثری ادب، تاریخ، روایت، حکایت، داستانِ قدیم ایران پر مشتمل تھا۔ تصوف کی پیش رفت کے ساتھ جب بحث ومباحثہ بڑھے اور ان مباحث میں جو نکات پیدا ہوئے تو صوفیاء اکرام نے ان کو اپنی نثری تصانیف میں بیان کرنا شروع کر دیا۔ مشائخ کے اقوال، احادیث، فلسفے اور اخلاقی مبادیات پر مشتمل مباحث اور اسی قبیل کے دوسرے موضوعات نثرِ فارسی میں استعمال ہونے لگے۔

۴۔ شطحات (چمک) صوفیہ نے اپنے کو ذاتِ الٰہی کا مظہر تصور کیا۔ اور اپنے وجود کو اس کی ذات وصفات کا پرتو جانا۔ اور سمندر عشق میں فنا ہو کر گویا کہ اپنے وجود سے بیگانہ ہو گئے لہذا اسی جذبہ شوق عشق اور بے خودی ذات نے ان پر دعویٰ کو جائز سمجھا۔ مثلاً:

ای در دل تو ہزار مشکل زہمہ　　مشکل شود آسودہ ترا دل زہمہ
چون تفرقہ دلست حاصل زہمہ　　دلرا بیکی سپار بگسل زہمہ

ای دل طلب کمال در مدرسہ چند
تکمیل اصول وحکمت وھندسہ چند
ہر فکر کہ جز ذکر خدا وسوسہ است
شرمی ز خدا بدار واین وسوسہ چند
گر در دل تو گل گذرد گل باشی
در بلبل بیقرار بلبل باشی
تو جزوی وحق کل ست اگر روزی چند
اندیشہ کل پیشہ کنی کل باشی

☆☆☆

یارب مددی کز دوئی خود برھم
از بد ببرم و از بدی خود برھم
در ھستی خود مرا ز خود بیخود کن
تا از خودی و بیخودی خود برھم

(از لوائح جامی)

اسکی مثال کے لیئے خواجہ حافظ کی غزلوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد
آنچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد
حدیث از مطرب ومی گو وراز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود ونکشاید بحکمت این معمارا
شاہدان مستور و مستان بی شکیب
خانقہ معمور و درویشان خراب
صوفی بیا کہ آئینہ صاف ست جام را
تا بنگری صفائے می لعل فام را
چندان بود کرشمہ و ناز سہی قدان

کاید بجلوه سرو صنوبر خرام ما

(از دیوان حافظ)

قوت تخیّل:۔ فارسی ادب کو تصوف کی ایک اہم دین قوتِ تخیّل ہے۔ ظاہر ہے کہ تصوف کے افکار اور اسکی مبادیات چند افکار پر مشتمل رہی ہیں۔ صوفی شعراء کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے افکار کو قوت تخیّل اور متنوع اندازِ بیان سے لامحدودیت عطا کر دی۔ حقیقتاً یہ وسعت معنی اور وسعتِ خیال فارسی ادب کے لئے ایک اہم دین ہے۔ صوفیانہ شاعری سے قبل مضامین شعر محدود تھے مثلاً بہار، خزاں، رزم و بزم اور عشق و محبت وغیرہ۔ صوفیاء اکرام نے اپنی وارداتِ قلبی، ربط بین خدا و انسان، فنا اور بقا، ہجر اور وصال، صفاتِ خداوندی، رموز کائنات، اسرارِ آفرینش۔

خمریات:۔ خمریات کا اہم موضوع جو فارسی شاعری کو تصوف سے حاصل ہوا وہ خمریات کا موضوع ہے۔ دیکھا جائے تو صوفی شعراء کی خمرایات وسعتِ بیان، اندازِ بیان تنوع موضوع کا اظہار غیر صوفی شعرا کی خمریات سے زیادہ فرق رکھتی ہیں مثلاً رودکی، منوچہری، ظہوری وغیرہ کی خمریاتی شاعری مولانا روم، عبدالرحمٰن جامی، خواجہ حافظ شیرازی اور عطار نیشاپوری اور اس قبیل کے دیگر صوفی شعراء کی خمریاتی کلام سے کمتر ہیں۔ مثلاً شراب، ساقی، میخانہ، جام، خرابات، پیر مغان، بے خودی، رند، پیالہ وغیرہ اس قبیل کے متعدد الفاظ اور اصطلاحیں ہیں جو صوفی شعراء کے کلام میں جابجا نظر آتی ہیں وہ غیر صوفی شعرا کے کلام میں نظر نہیں آتی۔

مثلاً:

ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما

مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ام

ای بیخبر ز لذت شراب مدام ما

(حافظ شیرازی)

اسرارِ کائنات میں غور وفکر: ۔صوفی شعرا نے اپنی شاعری میں اپنے مخصوص و جداگانہ نظریہ کے مطابق کائنات، وجودانسانی، ذاتِ خداوندی، رازِ آفرینشِ کائنات اور اس قبیل کے دوسرے موضوعات کو بیان کیا ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو تصوف کے نفوذ سے پہلے فارسی ادب میں شاذ ونادر ہی موجود تھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ صاحبانِ صوفیہ کے قلم اور ان کے افکار کی بدولت فارسی ادبیات میں گہرائی و گیرائی اور وسعت مضامین کا پہلو ابھر کر سامنے آیا۔ یہ ایسی خصوصیت ہے تمام معروف شعرا کی تالیفات و تصنیفات میں نظر آتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ رازِ کائنات سمجھا جاسکتا ہے اور کوئی کہتا ہے اس کو سمجھا نہیں جاسکتا۔

حدیث از مطرب و می گو و رازِ دہر کمتر جو

کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمّا را

(حافظ)

بہر حال صوفی شعرا ہی تھے جنھوں نے اپنے وارداتِ قلبی عاطفات و جذبات درونی کو ایک جداگانہ اور مخصوص انداز میں پیش کیا اور اسکے اظہار کے لیئے مختلف اصناف سخن مثلاً غزل، رباعی اور مثنوی وغیرہ طبع آزمائی کی اس میں کوئی شک

نہیں صوفی شعرا نے اپنے جذبات درونی و واردات عشق حقیقی کے اظہار کو مجاز کے پردے میں بیان کرنے کے لئے غزل کو ہی اہم اور بہتر صنف خیال کیا۔ جو لطف والہانہ پن، سرخوشی، کیف و ترنم، سوز و گداز، رنگینی و سرمستی جذبہ شوق اور مخصوص احساسِ سپردگی صوفی شعرا کی غزلوں میں نظر آتی ہے وہ غیر صوفی شعرا کی غزلوں میں نہیں۔ یہ صوفی غزل گو شعرا ہی ہیں جنہوں نے مجاز کو حقیقت تک پہونچنے کا زینہ سمجھا۔ مجاز اور حقیقت کے ربط و پیوند نے فارسی غزل میں چار چاند لگا دیئے۔ غزل گو صوفی شعرا میں نمایاں ترین نام رومی، جامی، سنائی، عطار اور حافظ وغیرہ کے ہیں۔

غزل کے ساتھ ساتھ صوفی شعرا نے رباعی کی صنف کو بھی بڑے اہتمام سے برتا۔ انہوں نے احساس کیا کہ رباعی اپنے اختصار و ایجاز کے باوجود افکار و اظہار کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ رباعی کا آہنگ اسکا اختصار صوفیہ کے اشارات کو بیان کرنے میں بہت عمدہ اور کارگر ہے۔ لہذا صوفی شعرا نے اپنے جاذب اور زندہ اندازِ بیان سے اس صنف کو بڑے ماہرانہ انداز سے اپنایا ہے۔ صوفی شعرا میں جامی، ابوسعید الوالخیر، بابا طاہر عریاں وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

غزل اور رباعی کی طرح صوفی شعرا نے مافی الضمیر کو بیان کرنے کے لئے مثنوی کی صنف کو اپنایا۔ اس اظہار کے لئے انہوں نے اثبات عشق الٰہی اور معشوقِ حقیقی تک پہونچنے کے لئے تمثیلی انداز اختیار کیا۔ ان مثنوی گو شعرا میں رومی، عطار، جامی اور سنائی وغیرہ کے ناقم قابل ذکر ہیں۔

نظم کی طرح نثری تصانیف بھی کسی طرح کم نہیں رہیں۔ ان تصانیف کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

دورۂ اوّل:۔ اس دور میں تصنیفات وتالیفات میں عملی تعلیم بیان کی جاتی تھیں صوفی اور سالک اپنی بات کو مدلّل بیان کرنے کے لئے آیاتِ قرآنی اوراحادیث نبوی کے حوالے دیتے تھے۔اس دور میں فلسفیانہ مباحثہ کا بھی آغاز ہو چکا تھا۔

دورۂ دوّم:۔ وہ دور ہے جب صوفیہ نے عملی تصنیفات شروع کیں۔یعنی فلسفہ،علم الکلام فلسفہ نوافلاطونی ،فلسفہ الٰہیات اورعقیدہ وحدۃ الوجوداوروحدۃ الشہود کو موردِ بحث بنایا۔

چند مشہور تصنیفات کے نام حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔کشف المحجوب۔ابوالحسن بن عثمان ہجویری۔

۲۔کتاب اللّمع ۔ابونصر سراج

۳۔رسالہ قشریہ ابوالقاسم مشیری

۴۔طبقات الصوفیہ۔ابوعبدالرحمٰن محمد نیشاپوری

۵۔اسرارِتوحید۔ابوسعید ابوالخیر۔ وغیرہ

مختصر یہ کہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ تصوف نے فارسی نثر ونظم کو ایسا سرمایہ عظیم اور ایسے نادر شہکار سے نوازا کہ رہتی دنیا تک دنیائے فارسی ادب اس کی مرہونِ منّت رہےگی۔